AFKĀR *Journal of Islamic & Religious Studies*
Volume 6, Issue 1, June 2022, PP: 167-180
E-ISSN 2616-8588; P-ISSN 2616-9223
www.afkar.com.pk; hjrs.hec.gov.pk

آرٹیکل 295C پر اعتراضات کا دلائل شرعیہ و عالمی قوانین توہینِ شخصیات کی روشنی میں تحقیقی جائزہ

A Research Analysis of the Objections to Article 295C in the light of Sharīa'h Law and International Defamation Laws

Syed Zaigham Ali Jaffary
Doctoral Candidate, Department of Islamic Studies, Federal Urdu University, Karachi, Pakistan

ABSTRACT

In all world religions and in every country, there are laws of punishment that punish the people involved in various crimes so that peace and tranquility can be maintained in a society and any lawlessness and chaos be prevented. In order to protect the honour of the Last Prophet Muhammad Mustafa (peace be upon him), the most respected person in the entire universe, the highly significant article 295C, i.e. the law of blasphemy, was included in the constitution of Pakistan, according to which if a person slanders the Prophet (peace be upon him) verbally or in writing, directly or indirectly, slanders his holy glory, such person shall be punished with death. Various questions have been raised about this law. This article deals with all the objections and queries raised against this law. The researchers very comprehensively answered the objections to this law. In addition, historical shreds of evidence and logical arguments are mentioned to prove that this law is not made for cruelty against minorities and does not promote extremism and intolerance in society. Rather, it is a shield for the protection of religious dignity. The article thoroughly reviews this 295C clause in the light of the Qur'ān and Sunnah, Consensus and international laws against defamation of personalities and religions. Blasphemy is the ugliest element that has been raised very much in recent years. This article serves this purpose very nicely.

Keywords: *Blasphemy, Consensus, International Laws, 295C, Minorities.*

*Corresponding author's email: Email:S.ZaighamAligardazi@gamil.com

تعارف

اس کائنات میں مختلف عقائد و نظریات اور مذاہب و مسالک کے لوگ آباد ہیں۔ جو اپنے اپنے طور طریقے سے مذہبی معاملات وعبادات کی ادائیگی میں مصروف عمل ہیں۔ یہ ایک فطری عمل ہے کہ ہر شخص اور ہر گروہ اپنے مذہب اور مقدسات کے ساتھ نہ صرف والہانہ محبت و عقیدت رکھتا ہے بلکہ وہ ان مقدسات سے متعلق کسی بھی قسم کی اہانت برداشت نہیں کرتا۔ اور ردِ عمل کے طور پر کسی بھی حد تک جانے کے لئے تیار ہو جاتا ہے۔ کسی بھی معاشرے میں جہاں مقدسات کے احترام کا درس دیا جاتا ہے ان کے مقام و مرتبے کو اجاگر کیا جاتا ہے تاکہ عوام الناس ان سے آگاہ ہو سکیں۔ اسی کے ساتھ ساتھ یہ اہتمام بھی لازماً کیا جاتا ہے کہ کوئی ان کے مقام و حیثیت کو کسی بھی طرح مجروح نہ کرے ورنہ اس کے نتیجے میں معاشرے کا امن وسکون غارت ہو سکتا ہے۔ لہٰذا ہر پر امن معاشرے میں اس کی روک تھام کرنے کے لئے مؤثر قانون سازی کی جاتی ہے۔

آئین پاکستان میں بھی مقدس شخصیات و مذاہب کی توہین کا سدِباب کرنے کے لئے قانون بنایا گیا جس کے مطابق کسی بھی مذہب کے مقدسات کی توہین، ان کی عبادت گاہوں کو نقصان پہنچانا، ان کے عقائد و نظریات کی تذلیل کر کے ان کے جذبات کو مجروح کرنا قابل تعزیر جرم قرار دیا گیا اور ان جرائم پر مختلف سزاؤں کا تعین کیا گیا۔ بالخصوص سید العالمین خاتم الانبیاء ﷺ کی اہانت ناقابلِ معافی جرم اور اس کی سزا قتل مقرر کی گئی۔ مجموعہ تعزیرات پاکستان ایکٹ نمبر 3 بابت 1982 کی دفع 2 میں یہ واضح کیا گیا کہ

"جو کوئی الفاظ کے ذریعے، خواہ زبانی ہو یا تحریری، یا مرئی نقش کے ذریعے یا کسی تہمت، کنایہ یا در پردہ تعریض کے ذریعے، بلاواسطہ یا بالواسطہ رسول پاک حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے نام پاک کی توہین کرے گا تو اسے موت یا عمر قید کی سزا دی جائے گی اور وہ جرمانے کی سزا کا مستوجب ہو گا"(1)

اس شق میں چونکہ سزائے موت کے ساتھ عمر قید بھی متبادل سزا کے طور پر شامل کی گئی تھی جو کہ قرآن وسنت کی صریح تعلیمات کے خلاف تھی لہٰذا وکلاء و علماء نے بھرپور جدوجہد کی اور فیڈرل شریعت کورٹ میں اسے چیلنج کیا گیا۔ قرآن وسنت سے دلائل پیش کئے گئے۔ آخر کار فیڈرل شریعت کورٹ نے متفقہ طور پر توہین رسالت کی متبادل سزا عمر قید کو غیر اسلامی قرار دے کر حکومت پاکستان کو حکم جاری کیا کہ عمر قید کی سزا کو دفع 295C سے حذف کیا جائے۔ جس کے بعد صرف سزائے موت قانون کا حصہ بن گئی۔ دنیا بھر میں آئے روز پیغمبر اسلام ﷺ کی شان میں مختلف طریقوں سے دریدہ دہنی کا اظہار کیا جاتا ہے جس کے نتیجے میں مسلمانانِ عالم کے جذبات مشتعل ہوتے ہیں اور دنیا بھر میں انتشار کی فضاء پیدا ہو جاتی ہے۔ مسلم ممالک میں رائج ان قوانین سے متعلق مختلف افراد اور اداروں کی جانب سے ہمیشہ منفی پروپیگنڈہ دیکھنے میں آتا ہے۔ بارہا جوابات دیئے جانے کے باوجود اعتراضات و سوالات اٹھائے جاتے ہیں اور بے بنیاد و کھوکھلے الزامات کے ذریعے اسے ختم کرنے کا مطالبہ کیا جاتا ہے۔ اس قانون کی شرعی حیثیت پر ماضی میں بھی لکھا جا چکا ہے لیکن میری نظر سے اب تک کوئی ایسی جامع تحریر نہیں گزری کہ جس میں قرآن وسنت اور اجماع امت سے دلائل براہین کے ساتھ ساتھ دنیا بھر میں رائج قوانین توہینِ شخصیات و توہین مذاہب کی روشنی میں بھی مذکورہ قانون کو ثابت کیا گیا ہو۔ لہٰذا ضرورت محسوس ہوئی کہ اس تشنگی کو دور کیا جائے اور تمام قوانین کو یکجا کیا جائے۔

زیر نظر مضمون میں قرآن و سنت، اجماع امت اور عالمی قوانین توہین شخصیات و مذاہب کی روشنی میں اس قانون کا جائزہ بھی پیش کیا جائے گا کہ کیا یہ انسانوں کا بنایا ہوا قانون ہے؟ کیا یہ ظالمانہ قانون ہے؟ کیا صرف اسلام میں ہی مقدسات کی توہین قابل تعزیر جرم ہے یا باقی مذاہب و ممالک میں بھی اس کا تصور پایا جاتا ہے؟

قرآن و سنت میں جہاں دیگر مذاہب کے ساتھ امن و سلامتی و رواداری سے رہنے اور ان کو مذہبی آزادی کا حق دینے کی تاکید فرمائی گئی، اسی کے ساتھ ساتھ ان کے خود ساختہ معبودوں کو گالیاں دینے سے بھی منع فرمادیا گیا اور اس کی وجہ بیان فرمائی گئی کہ اگر تم ان کو گالیاں دو گے تو وہ انتقاماً تمہارے معبودِ حقیقی اللہ تعالیٰ جل وعلا کی شان میں دریدہ دہنی کا مظاہرہ کریں گے۔ اس لئے تم اس فتنے کا دروازہ ہی نہ کھولو۔ چنانچہ ارشاد خداوندی ہے۔

ولا تسبوا الذین یدعون من دون اللہ فیسبواللہ عدوا بغیر علم-(2)

ترجمہ: "اور (اے مسلمانو!) تم ان کو برا نہ کہو جن کی یہ اللہ کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہیں ورنہ یہ بے علمی اور جہالت سے اللہ کو برا کہیں گے"۔

اس حکمِ خداوندی کی ایک علت یہ بھی ہے کہ کسی فرد یا گروہ کے کسی عمل کی وجہ سے معاشرے کا امن تباہ نہ ہو۔ اس لئے معاشرے کو پر امن بنانے والے تمام اسباب کو اپنانے اور انتشار و بدامنی کا بہر طور سدباب کرنے کا اہتمام کیا گیا۔

امتِ مسلمہ کے نزدیک اس کائنات کی سب سے بزرگ و برتر ہستی خاتم النبیین ﷺ کی ہے جو وجہ تخلیق کائنات اور تمام انبیاء کرام علیہم السلام کے امام ہیں۔ آپ سے محبت و عقیدت ایمان کی اساس و بنیاد ہے اور اس میں کسی بھی طرح کی بوسیدگی خرابیء ایمان کا باعث ہے۔

بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں الفاظ کا چناؤ:

صحابہ کرام جب اپنے آقا و مولیٰ سید الانام ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر آپ کا کلام سننے کی سعادت حاصل کرتے اور کسی جملے کی توضیح و تشریح مطلوب ہوتی تو یوں عرض کرتے کہ "راعنا یارسول اللہ ﷺ" یعنی یارسول اللہ ﷺ ہماری رعایت فرمائیں اور اس مسئلے سے متعلق ہماری تسلی و تشفی فرمائیں۔

یہود نے جب یہ کلمہ سنا تو اس میں معمولی تبدیلی کر کے اسے بطور اہانت و استہزاء حضور ﷺ کے لئے بولنے لگے۔ بارگاہِ خداوندی سے ان کی اس ناپاک حرکت پر تنبیہ فرمائی گئی اور مؤمنین کو اس کلمے کے ادا کرنے سے ہی منع فرمادیا اور اس کلمے کے متبادل عمدہ و دلنشیں کلمہ عطا فرمایا۔ چنانچہ ارشادِ خداوندی ہے۔

"یاایھا الذین امنوالاتقولواراعناوقولواانظرناواسمعوواوللکافرین عذاب الیم"(3)

ترجمہ: "اے ایمان والو راعنا نہ کہو اور یوں عرض کرو کہ حضور ہم پر نظر رکھیں اور پہلے ہی سے بغور سنو اور کافروں کے لیے دردناک عذاب ہے"

علامہ شہاب الدین سید محمود آلوسی (م 1270ھ) نے تفسیر روح المعانی میں اس آیت کریمہ کی تفسیر بیان کرتے ہوئے لکھا۔

"عَن اِبنِ عَباس رضی اللہ عنہما أن یَہود کَانَ یَقُولُونَ ذٰلِکَ سِراً لِرَسُولِ اللہ ﷺ، وَھُوسب قبیح بلسانھم، فَلَما سَمعُوا اَصحَابَه علیه الصلاۃ والسلام یقولون، اعلنوابھا، فکانوایقولون ذلک، ویضحکون فیمابینھم، فأنزل اللہ تعالیٰ ھذہ الأیة"(4)

"حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ بے شک یہودی چھپ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے یہ لفظ بولا کرتے تھے اور ان کی زبان میں یہ قبیح گالی تھی اور جب صحابہ کرام نے یہ لفظ علانیہ استعمال کرنا شروع کر دیا تو یہودی ہنستے اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی"۔

بارگاہ رسالت میں ایسے الفاظ کہ جن سے اہانت کا پہلو نکلتا ہو کا استعمال بھی شدید حرام ہے اور ایسے افراد بارگاہِ الٰہی میں سخت نامراد اور دنیاوی زندگی میں بھی کسی رعایت کے مستحق نہیں۔ خود صحابہ کرام کا یہ فیصلہ تھا کہ اب جس شخص نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق ایسے الفاظ استعمال کئے اس کی گردن تن سے جدا کر دی جائے گی۔

چنانچہ فتح القدیر میں حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع مذکور ہے۔

"قَالَ المُؤمِنُون بَعدَھٰذِہ الاٰيَة مَن سمعتموه يقولها فاضربوه "(5)

"صحابہ کرام نے اس آیت مبارکہ کے نزول کے بعد تہیہ کر لیا کہ جس کسی کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں یہ گستاخانہ کلمہ کہتے ہوئے سنو تو اس کی گردن مار دو"۔

علامہ آلوسی (م 1270ھ) نے اپنی تفسیر میں حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ

"رُوِی اَن سَعد بنِ عُبَادَہ سَمِعَا مِنھُم فَقَالَ يَا اَعدَاء الله عَلَيكُم لعنة الله وَالذِی نَفسِی بِيَدہ لئن سمعتها من رجل منكم يقولها لرسول الله لاضربن عنقه"(6)

"روایت کیا گیا حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے ان سے سنا تو کہا اے اللہ کے دشمنو تم پر اللہ کی لعنت ہو۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے اگر میں نے تم میں کسی شخص کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے یہ لفظ بولتے ہوئے سنا تو میں اس کی گردن مار دوں گا۔ (قتل کر دوں گا)"۔

یہ نظریات اور جذبات ان پاکانِ امت کے ہیں کہ جن کی تعلیم و تربیت خود نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں گویا امت مسلمہ کا اس نازک و حساس ترین مسئلہ پر جذباتی ہونا کوئی نئی بات نہیں بلکہ دورِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر آج تک تمام مسلمانوں نے ناموس رسالت کا تحفظ کیا ہے اور وہ اس کی خاطر کسی بھی حد تک جانے سے گریز نہیں کرتے۔ وہ ہر طرح کا ظلم و ستم برداشت کر سکتے ہیں۔ لیکن اپنے آقا و مولیٰ کی شان میں دریدہ دہنی کسی بھی صورت قبول نہیں کرتے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے کو قبول نہ کرنے والا مسلمان نہیں رہتا:

مخلوق میں سب سے زیادہ عدل و انصاف کرنے والی ذات سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے۔ آپ کے فیصلے کو قبول کرنا لازم ہے اور اس فیصلے سے روگردانی اختیار کرنے والا دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔ چنانچہ ارشادِ خداوندی ہے۔

"فلا وربک لا یومنون حتی یحکموک فیما شجر بینھم ثم لا یجدوا فی انفسھم حرجا مما قضیت ویسلموا تسلیما"(7)

"پس اے محبوب تمہارے رب کی قسم وہ مسلمان نہ ہوں گے جب تک آپس کے جھگڑے میں آپ کو حاکم نہ بنالیں۔ پھر جو تم حکم فرما دو اس سے اپنے دلوں میں رکاوٹ نہ پائیں اور جی سے مان لیں"۔

مذکورہ آیت کریمہ میں مسلمان کے لئے لازم قرار دیا جا رہا ہے کہ حضور علیہ السلام کے فیصلے کو بسر و چشم قبول کرے اور اس فیصلے سے متعلق دل میں میل نہ لائے اس کے سامنے سر تسلیم خم کرلے وگرنہ اسلام سے ہاتھ دھو بیٹھے گا چاہے اعمال کتنے ہی نیک کیوں نہ ہوں۔

تفسیر ابن کثیر میں اس آیت کریمہ کے شانِ نزول سے متعلق بیان کیا گیا۔

"روىَ عتبة بن ضَمُرَة ،حَدثَنِی ابی ان رَجُلَین اِختَصَمَا الی النبیﷺفَقَضٰی للمحق علی المبطل،فَقَالَ المقضی علیه،لاارضی-فقال صاحبه:فَمَاترید؟قال:ان نذهب اِلٰی ابی بکر الصدیق،فَذَهبااِلَیه،فَقَالَ الذی قَضٰی له :قد اختصمنا الی النبیﷺفقضی لی فقال ابو بکر:فانتماعلی ماقضی بهالنبیﷺفابی صاحبه ان یرضی،قال:ناتی عمربن الخطاب،فاتیاه،فقال المقضی له:قد اختصمنا الی النبیﷺ فقضی لی علیه،فابی ان یرضی،ثم اتینااباکر،فقال:انتما علی ما قضی به رسول الله،فابی ان یرضی فساله عمر،فقال:کذلک، فدخل عمر منزله وخرج والسیف فی یده قد سله،فضرب به راس الذی ابی ان یرضی،فقتله،فانزل:فَلَاوَرَبِّكَ لَايُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ "(8)

"حضرت عقبہ بن ضمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے میرے والد نے بیان کیا کہ دو بندوں نے حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں اپنا مقدمہ پیش کیا تو آپ نے حقدار کے حق میں فیصلہ فرمایا۔ جس شخص کے خلاف فیصلہ کیا گیا وہ اس پر راضی نہ ہوا۔ اس کے ساتھی نے پوچھا کہ تو کیا چاہتا ہے؟ کہنے لگا کہ میں چاہتا ہوں کہ ہم ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس جائیں۔ دونوں حضرت ابو بکر صدیق کے پاس گئے۔ جس کے حق میں فیصلہ ہوا تھا وہ کہنے لگا کہ ہم نے حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں معاملہ پیش کیا تھا آپ نے میرے حق میں فیصلہ فرمایا ہے۔ حضرت ابو بکر صدیق کہنے لگے کہ تمہارے لئے وہی فیصلہ ہے جو حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے۔ دوسرے شخص نے پھر انکار کیا اور کہنے لگا کہ ہم عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس جائیں گے۔ وہ دونوں آپ کے پاس آ گئے۔ جس شخص کے حق میں فیصلہ ہوا تھا اس نے کہا کہ ہم نے حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں اپنا معاملہ پیش کیا آپ نے میرے حق میں فیصلہ فرمایا ہے یہ راضی نہیں تھا پھر ہم صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے انہوں نے کہا کہ تمہارے لئے وہی فیصلہ ہے جو حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے لیکن یہ راضی نہ ہوا اور فیصلے کے لئے آپ کے پاس آیا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دوسرے شخص سے پوچھا کہ کیا معاملہ ایسا ہے؟ کہنے لگا ہاں ایسا ہی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ گھر میں داخل ہوئے اور واپس نکلے تو تلوار ہاتھ میں پکڑی ہوئی تھی انہوں نے فیصلہ قبول نہ کرنے والے کے سر کو تن سے جدا کر دیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ اتاری"۔

مذکورہ آیت اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فیصلہ سے یہ ثابت ہوا کہ جو شخص اللہ اور اس کے رسول کے فیصلے سے راضی نہ ہو اور اس کو جھٹلا دے تو وہ شخص اسلام سے خارج ہو کر مباح الدم ہو جاتا ہے۔

دورِ رسالت میں گستاخانِ رسول ﷺ کی سزا و انجام:

قرآن و سنت کی صریح تعلیمات جہاں بارگاہِ انبیاء کا ادب و تعظیم سکھاتی ہیں اسی کے ساتھ ساتھ اس فعل شنیع کا سدباب کرنے کے لئے سزاؤں کا بھی اعلان اور انہیں نافذ کرنے کی تاکید بھی کی گئی تا کہ معاشرے میں امن و سکون قائم ہو اور کوئی بھی عداوت و بغض رکھنے والا اپنے خبثِ باطنی کی وجہ سے معاشرے کے افتراق و انتشار کا باعث نہ بنے۔ دورِ رسالت مآب ﷺ میں ایسے متعدد واقعات ملتے ہیں کہ جن میں خود آپ علیہ السلام نے دریدہ دہنی کرنے والوں کو ٹھکانے لگانے سے متعلق حکم جاری فرمایا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ کے حکم کے مطابق ان شاتمین کو کیفر کردار تک پہنچایا۔

کعب بن اشرف یہودی کا واقعہ کثیر کتب احادیث میں ذکر کیا گیا جو مدینہ میں رہتے ہوئے آپ علیہ السلام کی شان میں دریدہ دہنی کا مظاہرہ کیا کرتا تھا۔ تمام محدثین ومفسرین اور سیرت نگاروں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اس کا جرم اہانتِ رسول ہی تھا جس کی بنا پر آپ علیہ السلام نے اسے قتل کرنے کا حکم دیا۔ حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے آپ علیہ السلام سے اجازت لے کر اس کا سر قلم کر دیا۔ جب اس واقع کے بعد آپ کو خبر دی گئی تو آپ نے اس کا خون رائیگاں قرار دیا۔ امام بخاری اور دیگر کثیر محدثین نے اس واقع کو نقل فرمایا۔(9)

رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر شاتمہ کا قتل:

مدینے میں ایک عورت حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں سب وشتم کیا کرتی تھی صحابہ کرام نے آپ کے حکم پر اس شاتمہ کو کیفرِ کردار تک پہنچا دیا۔ امام المحدثین امام عبد الرزاق (م211ھ) اپنی مصنف میں اس واقع کو بیان فرماتے ہیں۔

" أَنَّ امْرَأَةً كَانَتْ تَسُبُّ النَّبِيَّ فَقَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم مَنْ يَكْفِينِي عَدُوِّي؟ فَخَرَجَ إِلَيْهَا خَالِدُ بْنُ الْوَلِيدِ رضی اللہ عنہ فَقَتَلَهَا "(10)

"ایک عورت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیتی تھی آپ نے فرمایا کون میرے دشمن کو کفایت کرے گا؟ تو حضرت خالد بن ولید اس کی طرف گئے اور اس کو کیفر کردار تک پہنچا دیا"۔

امام عبد الرزاق (م211ھ) نے ایک اور واقعہ نقل فرمایا جس میں جلیل القدر صحابی حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ نے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر گستاخِ رسول کو واصل جہنم کیا۔

"عَن عِكرَمَةَ مَولىٰ اِبنِ عَباس اَن النَبِى صلی اللہ علیہ وسلم كسبه رَجُل فَقَالَ مَن يَكفِينِى عدوى! فَقَالَ الزُبَير اَنَا فبارزه فَقَتَله الزبير فاعطاه النبى صلی اللہ علیہ وسلم سلبه" (11)

حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے خادم حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک شخص نے سب وشتم کیا آپ علیہ السلام نے فرمایا کون میرے دشمنی کو کفایت کرے گا؟ حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نے عرض کی میں۔ پس حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے اس سے مبارزت طلب کی اور اسے قتل کر دیا تو آپ علیہ السلام نے اس گستاخ کا ساز وسامان حضرت زبیر کو ہی عطا فرمایا۔

ابن خطل کو حدودِ حرم میں قتل کر دیا گیا:

ابن خطل وہ شخص تھا جو قبول اسلام کے بعد مرتد ہو گیا تھا۔ بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں گستاخانہ اشعار کہتا اور اپنی دو لونڈیوں کو گانے کا حکم دیا کرتا تھا۔ فتح مکہ کے دن عام معافی کا اعلان فرمایا گیا۔ یہاں تک کہ آپ علیہ السلام نے اپنے خاندان کے قاتلوں کو بھی معاف فرما دیا۔ مگر اہانتِ رسول اس قدر سنگین جرم ہے کہ اگر اس کا مرتکب کعبۃ اللہ کے پردوں میں بھی لپٹا ہوا ہو تو بھی اسے معاف نہیں کیا جائے گا۔ چنانچہ ابنِ خطل سے متعلق حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

" أن رَسُولَ الله صلی اللہ علیہ وسلم دَخَلَ مَكةَ عَامِ الفَتحِ، وَعَلٰى رَأسَه المِغْفَرُ، فلمانزعه جاءه رَجُل فَقَالَ: ابن خَطَلٍ متعلّقٌ بأستار الكعبة، فقال: اقْتُلُوهُ. "(12)

رسول اللہ ﷺ فتح مکہ کے دن جب مکہ میں داخل ہوئے تو آپ علیہ السلام نے اپنے سر پر لوہے کا خود پہنا ہوا تھا۔ جب آپ نے اس کو اتارا تو ایک آدمی نے حاضر ہو کر عرض کی یا رسول اللہ ﷺ ابن خطل غلافِ خانہ کعبہ میں لپٹا ہوا ہے۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا اسے قتل کر دو۔

چنانچہ یہ فرمان سننے کے بعد حضرت سعید بن حارث، حضرت عمار بن یاسر و دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس کی طرف بڑھے لیکن حضرت سعید رضی اللہ عنہ نے سب سے سبقت کی اور اسے واصل جہنم کیا۔

دورِ خلافت راشدہ میں گستاخان رسول ﷺ کا انجام:

اس امت کے عظیم ترین افراد وہ خوش نصیب ہیں جنہیں وجہ تخلیق کائنات (ﷺ) کی صحبت ورفاقت نصیب ہوتی ہے جن کے زمانے کو آپ ﷺ نے بہترین زمانہ قرار دیا، اور جن سے تمسک و پیروی کو لازم قرار دیا گیا۔ یہ کائنات کی عظیم درسگاہ صفہ کے فیض یافتہ تھے جو شب و روز قرآن وحدیث کو صاحبِ قرآن علیہ الرحمۃ الرحمٰن سے بالمشافہ سیکھتے۔

ان پاکیزہ نفوس کے اقدامات اور دورِ خلافت راشدہ میں گستاخان رسول سے متعلق کئے گئے فیصلوں سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ ناموس رسالت کا مسئلہ کتنا حساس اور امتِ مسلمہ کے لئے کس قدر اہمیت کا حامل ہے۔

حضرت ابوبرزہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

"عن ابی برزۃ،قال تغیظ ابوبکرعلی رجل فقلت من ھویاخلیفۃرسول اللہ؟قال لم؟قلت لاضرب عنقہ،ان امرتنی بذالک،قال:افکنت فاعلا، قلت نعم،قال:فواللہ لاذھب عظم کلمتی التی قلت غضبہ،ثم قال:ماکان لاحدبعدمحمد ﷺ"(13)

گویا خلیفہ اول بلا فصل کا بھی یہی نظریہ ہے کہ اہانت رسول ﷺ ایسا قبیح فعل ہے کہ اس کے مرتکب کو بطور سزا بہر صورت قتل کیا جائے گا اور اس کے ساتھ کسی بھی قسم کی رعایت و نرمی برتنا جائز نہیں۔

خلفیہ دوم مراد رسول سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں کئے مرتبہ اہانت رسول کے مجرموں کو پیش کیا گیا آپ نے کبھی کسی سے نرمی یا درگزر کا معاملہ نہیں فرمایا بلکہ ہمیشہ انہیں عبرت ناک سزا سے دوچار کیا اور پوری دنیا کے لئے اصول بھی متعین فرما دیا کہ ریاست کا ایسے مجرموں کے ساتھ کیسا سلوک ہونا چاہئے۔ چناں چہ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ

"عن ابن عمرقال اتنی عمربرجل سب رسول اللہ فقتلہ ثم قال من سب رسول اللہ اواحد من الانبیاءفاقتلوہ-(ابوالحسن بن رملۃ الاصبھانی فی امالیہ وسندہ صحیح)"(14)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضرت عمر الفاروق کے پاس ایک آدمی کو لایا گیا جس نے نبی کو گالی دی تھی تو آپ نے اسے قتل کر دیا پھر آپ نے ارشاد فرمایا جو شخص رسول اللہ ﷺ یا انبیاء کرام میں سے کسی نبی کو برا کہے اسے قتل کر دو۔ (ابو الحسن بن رملہ اصبھانی نے اپنی امالی میں نقل کی ہے جس کی سند صحیح ہے)

حضرت عمر کے اس فیصلہ سے نہ صرف نبی آخر الزماں ﷺ کی عزت وناموس کی بہر صورت حفاظت اور دریدہ دہنی کرنے والوں کے لئے بد ترین سزا کا اعلان کیا گیا بلکہ یہ اصول بھی وضع فرما دیا کہ کوئی بھی شخص اگر جماعت انبیاء کرام علیہم السلام میں سے کسی بھی نبی کی شان میں توہین وتنقیص کرے گا اسے یونہی سزا دی جائے گی۔

دورِ رسالت مآب ﷺ ودورِ خلافت راشدہ میں اس فعل بد کے مرتکب افراد کے لئے یہی رویہ رکھا گیا۔ اور ان پاکیزہ ادوار سے لے کر آج تک تمام اسلامی حکومتوں میں انہی فیصلوں کی پیروی کی جاتی رہی اور کبھی بھی اس جرم کے معاملے میں نرمی نہیں برتی گئی کیونکہ اس سے پوری دنیا کا امن وسکون وابستہ ہے۔ اسی پر امت کے کبار علماء کا اجماع ہے کہ اہانتِ رسول ﷺ کی سزا موت ہے کیونکہ اس فعلِ بد کے سبب وہ دائرہ اسلام سے خارج ہو کر مرتد ہو جاتا ہے۔

چنانچہ عظیم فقیہہ علامہ محمد بن سحنون (م 240ھ) جو فقہ مالکیہ کے کبار فقہاء میں سے ہیں، فرماتے ہیں۔

"جمع العُلَمَاءُعَلٰی اَن شاتم النبی ﷺ والمُتَنَقِّص لَه کَافِر،والوعیدجارعلیه بعذاب الله له وحکمه عندالامة القتل ومن شک فی کفره وعذابه کفر "(15)

علماء امت کا اتفاق ہے کہ نبی کریم ﷺ کو گالی دینے والا، حضور علیہ السلام کی توہین کرنے والا کافر ہے۔ اس کے لئے اللہ تعالیٰ کے عذاب کی وعید جاری ہے۔ اور امت کے نزدیک اس کا حکم قتل ہے۔ جو اس کے کفر اور عذاب میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔

علامہ ابن عابدین شامی (م 1252ھ) اہانتِ رسول کے مرتکب سے متعلق ائمہ اربعہ کا مؤقف بیان فرماتے ہیں۔

"وَالحَاصِلُ انی لاَ شَک وَلَا شُبهَة فِی کفر شاتم النبی ﷺ وفی استباحة قتله وهو المنقول عن الائمةالاربعة"(16)

"خلاصہ یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کو سب وشتم کرنے والے کے کفر اور مستحق قتل ہونے میں کچھ شک وشبہ نہیں، ائمہ اربعہ رضی اللہ عنہم سے یہی منقول ہے"۔

قرآن کریم کی آیات بنیات، نبی پاک ﷺ کے فرامین ودورِ رسالت وخلافت میں اہانت رسول سے متعلق کئے گئے فیصلوں اور اکابرینِ امت کے اتفاق سے یہ بات ظاہر وباہر ہے کہ یہ اہانت رسول کی سزا صرف اور صرف قتل ہے اور اسی پر امت کا تسلسل رہا ہے۔ اور یہ سزا صرف نبی پاک علیہ السلام کی ناموس کے حوالے سے محدود نہیں بلکہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آج تک جتنے انبیاء کرام علیہم السلام تشریف لائے تمام کی عزت وناموس کے دفاع کے لئے ہے کہ اگر کوئی بھی شخص ان ذوات مقدسہ کے حوالے سے دریدہ دہنی کی جسارت کرے تو اسے اس قانون کے تحت عبرتناک سزا سے دوچار کیا جائے تاکہ وہ شخص پورے معاشرے کے لئے عبرت کا نشان ہو اور جو اپنے دلوں میں بغض وعناد لئے بیٹھے ہیں اس انجام بد سے اپنے لئے سبق حاصل کریں۔

کیا مقدسات کی توہین صرف اسلام میں قابلِ تعزیر جرم ہے؟

اکثر یہ اعتراض سنا جاتا ہے کہ اسلام جارحانہ مزاج مذہب ہے اور ان سزاؤں کا نفاذ انسانی حقوق (اظہارِ رائے کی آزادی) کے خلاف ہے۔ ہر شخص کو اپنی رائے کے اظہار کا پیدائشی حق ہے لہٰذا اس کے حق کو سلب نہ کیا جائے اور اپنی رائے کے اظہار کرنے پر اسے کسی بھی طرح کی سزا نہ دی جائے۔ چاہے اس کی

رائے کسی کے خلاف اور کیسی ہی کیوں نہ ہو۔

سب سے پہلے تو یہ سمجھنا ضروری ہے کہ کیا آزادی اظہار رائے کا حق حاصل ہونے سے مراد یہ ہے کہ ہم کسی بھی شخص کی عزت نفس کو مجروح کرنے کا استحقاق رکھتے ہیں اور اس کو سرِ عام رسوا کرنے اور گالیاں دینے کا حق رکھتے ہیں۔ کیونکہ یہ ہماری رائے اور حق ہے اور اس پر کوئی قد غن نہیں ہونی چاہئے۔ اگر یہ توجیہہ قابلِ قبول ہو تو پھر معاشرے میں کسی بھی شخص کی عزت محفوظ کرنے کا کیا طریقہ ہو گا؟ ہم تصور کر سکتے ہیں کہ وہ معاشرہ انسان نما جانوروں کا معاشرہ کہلائے گا کہ جب کسی کا جی چاہے دوسرے کی کردار کشی کر لے اور کوئی اسے روک تھام کرنے والا نہ ہو۔

یقیناً ایک فطرت سلیمہ رکھنے والا شخص یہ چاہے گا کہ ایسا مؤثر قانون ہو جس کی وجہ معاشرے میں بسنے والوں کی عزتیں محفوظ ہوں اور رائے کی آزادی کے لئے بھی ایک دائرہ کار ہو تاکہ کوئی بھی شخص اس کا سہارا لے کر دوسرے کی عزتِ نفس مجروح نہ کر سکے۔ اسلام میں ایک عام شخص سے لے کر کائنات کے عظیم گروہ انبیاء کرام علیہم السلام تک درجہ بدرجہ سب کی عزت و ناموس کی حفاظت کا اہتمام فرمایا گیا۔ اگرچہ وہ ذمی ہی کیوں نہ ہو اس کی عزت نفس کی پامالی کو حرام قرار دیا گیا تاکہ باہمی رواداری اور احترام سے معاشرے کو امن و سکون کا گہوارہ بنایا جائے۔

حیرت انگیز طور پر آزادی اظہار رائے کا راگ الاپنے اور اس کی بنیاد پر اسلام و بانی اسلام کے خلاف زہر اگلنے والوں کے ہاں بھی اظہار رائے کی مادر پدر آزادی نہیں ہے بلکہ اپنے مفادات و مقدسات سے متعلق ہر طرح کے ناپسندیدہ کلام پر پابندی اور اس کا ارتکاب کرنے والوں کے خلاف سخت سزاؤں کا نفاذ جابجا ملتا ہے۔

یعنی اگر کوئی شخص اسلام و بانئ اسلام سے متعلق بات کرنا چاہے تو اسے ہر طرح کی رائے کی آزادی کا حق حاصل ہے لیکن اگر وہ ان کے مقدسات کے بارے میں کلام کرنا چاہے تو احتیاط سے کام لے ورنہ مختلف سختیوں اور سزاؤں کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ مغربی ممالک میں ہولوکاسٹ (Holocaust) کی اصلیت و حقیقت پر کوئی بھی شخص سوال قائم کرنے اور اس واقعے کا انکار کرنے کی جرات نہیں کر سکتا۔ اگر کوئی ایسا کرے تو اسے سخت سزاؤں سے دوچار ہونا پڑے گا۔

ہولوکاسٹ کیا ہے؟

یہ یہودیوں کا ایک مشہور و مظلوم عقیدہ اور یہ دو یونانی الفاظ کا مجموعہ ہے (Whole Holos) یعنی مکمل اور پورا (Kaustas Burned) یعنی جلا دیا گیا۔

یہودیوں کے مطابق مشہور جرمن حکمران ایڈولف ہٹلر ایک انتہائی ظالم و جابر حکمران اور یہودیوں کا بدترین دشمن تھا۔ ان کے دعوے کے مطابق ہٹلر نے دوسری جنگ عظیم کے دوران 5 سے 6 ملین یا اس سے بھی زیادہ یہودیوں کو (Extermination Camps) تلفی کیمپس میں گیس چیمبرز (Gas Chambars) میں ڈال کر قتل کیا تھا۔ (17)

حالانکہ یہودیوں کے پاس اپنی اس مظلومیت کی داستان کو ثابت کرنے کے لئے کوئی مضبوط دلیل بھی موجود نہیں۔ لیکن چونکہ یہودیوں کا یہ دعویٰ ہے۔ اس لئے دنیا پر لازم ہے اسے بغیر کسی قیل و قال کے مان لے۔ ورنہ ان کی دل آزاری ہو گی۔ اسی لئے تقریباً پینتالیس ممالک میں اس واقع کا انکار کرنے بلکہ اس پر شک کا اظہار کرنے پر بھی پابندی ہے۔ ان ممالک میں فرانس، جرمنی، پرتگال، سوئٹزرلینڈ، اسرائیل، آسٹریلیا وغیرہ شامل ہیں۔ مذکورہ ممالک میں ہولوکاسٹ پر نظر ثانی یا اس کی حقیقت سے متعلق چھان بین اور تحقیق کرنا بھی ایک جرم ہے۔

جرمنی:

جرمنی اہانتِ رسول کے مجرموں کے لئے انتہائی نرم گوشہ رکھنے، آزادیءِ اظہار رائے کے نام پر اسلام دشمنی کارروائیوں کی سرپرستی کے حوالے سے شہرت رکھتاہے۔اور ان حرکات میں ملوث افراد پر کسی بھی طرح کی کوئی قدغن نہیں ہے لیکن دوسری طرف اسی ملک میں اگر کوئی آزادی اظہار رائے کا حق استعمال کرتے ہوئے ہولوکاسٹ کا انکار یا اس کے خلاف کوئی بات کرے تو اسے Germen Criminal Law کی سیکشن 130 کے تحت تین مہینے سے پانچ سال تک قید بامشقت و جرمانے کی سزاہے۔(18)

آسٹریا:

(Austria) میں National Socialism Probibition Law کی سیکشن g3,f3,a3 اور h3 کے مطابق ہولوکاسٹ کا انکار پر 20 سال قید کی سزاہے۔(19)

مذکورہ شق کے مطابق نازیوں سے محض حمایت جرم قرار دی گئی ہے اور اس پر بطور سزا ایک سال سے پانچ سال تک یا بیس سال تک قید کاٹنی ہو گی لیکن دوسری طرف اسلام و بانیٔ اسلام ﷺ کی اہانت اور مختلف طریقوں سے دنیا بھر کے ڈیڑھ ارب سے زائد مسلمانوں کے جذبات کو ٹھیس پہنچانے پر کوئی قدغن اور مرتکب افراد کے لیے کوئی سزا کا قانون ہی موجود نہیں۔ مستزاد یہ کہ ایسے عناصر کی پشت پناہی کی جاتی ہے جو اسلام دشمنی میں شہرت رکھتے ہوں۔یہی وہ مغرب کا دوہرا اور دوغلا معیار ہے جس نے آج پوری دنیا کے امن کو خطرے میں ڈال دیا ہے کیونکہ انسانی فطرت اور غیرت میں یہ شامل ہے کہ وہ اپنی محبوب شخصیت سے متعلق توہین برداشت نہیں کرتا اگر قانون اس کو اپنی گرفت میں نہ لے اور اس کی روک تھام نہ کی جائے تو متاثرہ شخص لامحالہ اپنے جذبات کا کسی نہ کسی طور پر اظہار ضرور کرے گا۔اس کی واضح مثال ملعون سلمان رشدی پر ہونے والا حملہ ہے کہ کئی دھائیاں قبل اس نے اسلام اور بانیٔ اسلام ﷺ پر انتہائی گستاخانہ کتاب لکھی اور حسب روایت اس عمل کے بعد وہ مغرب کی آنکھ کا تارا بن گیا۔مختلف ممالک میں اسے طویل عرصہ تک انتہائی سخت سیکورٹی دی جاتی رہی اور مختلف اعزازات سے بھی نوازا گیا۔اس کی آئے روز گستاخیوں پر کوئی روک ٹوک نہ تھی جس کی وجہ سے دنیا بھر کے مسلمانوں کے جذبات بے پناہ مجروح ہوئے۔ بالآخر ایک تقریب کے دوران رشدی پر حملہ کیا گیا اور تاحال زندگی وموت کی کشمکش میں ہے۔(20)

ڈنمارک:

گستاخیٔ رسول ﷺ کو فروغ دینے اور اس کے مرتکب افراد کی سرپرستی کرنے والے ممالک میں ڈنمارک سرفہرست ہے۔ماضی قریب میں گستاخانہ خاکوں کی اشاعت کے حوالے سے دنیا بھر کے مسلمانوں نے اس کے خلاف شدید احتجاج بھی کیا لیکن ڈنمارک کی حکومت نے کسی قسم کے احتجاج کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے یہ قبیح سلسلہ جاری رکھا اور اسے آزادیٔ اظہار کا نام دیا۔ حالانکہ خود ان کے مطابق کسی بھی مذہب کے اصولوں یا عبادات کی تضحیک قابل سزا جرم ہے اور بالخصوص ہولوکاسٹ کا انکار کر کے یہودیت کے پیروکاروں کی دل آزاری کرنا سخت جرم ہے۔ لیکن اسلام کے خلاف اپنے تعصب وعناد کے اظہار پر کوئی قدغن نہیں ہے اور نہ مرتکب افراد کو قانون کے کٹہرے میں لایا جاتا ہے۔

اس قدر واضح قوانین کی موجودگی کے باوجود درجنوں واقعات ہوئے جس میں اسلام اور بانی اسلام ﷺ کی توہین و تنقیص سرعام کی گئی۔ لیکن قانون شکنی کرنے والوں اور مسلم امہ کے جذبات کو ٹھیس پہنچانے والوں کے خلاف کسی بھی قسم کی کاروائی نہیں کی گئی۔ اسی سے مغرب کی اسلام دشمنی اور دوغلا پن دیکھا جاسکتا ہے۔ حالانکہ ان ممالک کے منصف مزاج اور انسانیت دوست افراد کی اکثریت بھی اس بات کی حامی ہے کہ ان جرائم کی روک تھام کے لئے قانون کو مؤثر ہونا چاہئے۔ 2012ء میں ڈنمارک کے عوام میں ایک سروے کے ذریعے پوچھا گیا کہ کیا کسی بھی مذہب یا مقدس شخصیات کی توہین کو قابل تعزیر جرم شمار کیا جائے؟ اس سوال کے جواب میں 60 فیصد سے زائد لوگوں نے اثبات میں جواب دیا کہ ایسے اقدامات کی روک تھام کے لئے ضروری ہے کہ اسے قابل تعزیر جرم بنایا جائے تاکہ معاشرے میں بسنے والے تمام مذاہب کے پیروکار امن وسکون سے رہیں۔ (21)

یہ وہ ممالک ہیں کہ جو دنیا بھر میں آزادئ اظہار رائے کا ڈھنڈورا پیٹتے رہتے ہیں اور اگر کسی بھی اسلامی ممالک میں اہانتِ رسول کا ارتکاب کرنے والوں کے خلاف کاروائی کی جائے تو انہیں اظہار رائے کی آزادی کا انسانی حق یاد آجاتا ہے کہ یہ سزائیں بنیادی انسانی حقوق کے خلاف ورزی ہے لیکن اپنے ملک میں یہ حالت ہے کہ اگر کوئی ایک فرضی من گھڑت قصے (ہولوکاسٹ) کا انکار کر بیٹھے تو اس پر عرصہ حیات تنگ کر دیا جاتا ہے۔

فرانس:

بعینہٖ یہی معاملہ فرانس کا بھی ہے کہ اسلام دشمنی اور مختلف طریقوں سے اہانتِ رسول کو فروغ دینے، اس کے مرتکبین کی ہر طرح معاونت کرنے والوں میں فرانس سرفہرست ہے۔ انہیں بھی آزادئ اظہار رائے کا بہت خیال ہے لیکن یہ سارے حقوق اور ہمدردیاں صرف ان لوگوں کے لئے ہیں جو اپنی زبان و قلم سے اسلام و بانئ اسلام کے خلاف خبثِ باطنی کا اظہار کریں۔ لیکن اگر کوئی شخص ان کے مقدسات سے متعلق اعتراض کرنے کی جسارت بھی کرلے تو نہ صرف اس سے رائے کی آزادی کا حق چھین لیا جاتا ہے بلکہ اسے سخت قید وبند کی صعوبتوں اور سختیوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ فرانس نے آزادئ صحافت کے قانون 1881ء میں مختلف اوقات میں ترامیم کر کے نازیوں سے ہمدردی کرنے اور ہولوکاسٹ کا انکار کرنے کو سخت جرم قرار دے کر سزائیں مقرر کی۔ آرٹیکل 48 کے ذیلی آرٹیکل 2 میں ہے۔

Art.48-2(---)Publication or Publicly expressed Opinion encouraging thore to whom it is " addressed to Pass a favourable moral judgment ong one or more Crimes against humanity and tending to justify there Crimes (including Collaboration)or vindicate Their Perpetrators Shall be)22(."Punished By one to five years imprisonment or a fine

آرٹیکل 48-2 جو کوئی بھی اشاعت یا سرعام راستے کا اظہار کرتے ہوئے ان کی حوصلہ افزائی کرے، جس میں ان کی انسانیت کے خلاف ایک یا ایک سے زائد جرائم پر ہمدردی اور حمایت کا اظہار ہو یا اس کے ذریعے ان جرائم کا جواز پیش کرتا ہو یا ان کے مجرموں کو صحیح ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہو اسے ایک تا پانچ سال قید کی سزا یا جرمانہ ہوگا۔

بشمول مذکورہ ممالک کے دنیا بھر میں آزادئ اظہار رائے کی کچھ حدود و قیود متعین ہیں۔ ان حدود کو پامال کرنے سے پورے معاشرے کا امن وسکون داؤ پر لگ جاتا ہے۔ اس لئے پرامن معاشروں میں کسی بھی شخص یا گروہ کو مادر پدر آزاد نہیں چھوڑا جاتا بلکہ متعلقہ قانون کی بالادستی کو

یقینی بنایا جاتا ہے تاکہ کسی بھی فردِ واحد یا گروہ کی وجہ سے معاشرے کا امن و سکون اور باہمی رواداری غارت نہ ہو۔ لیکن دنیا کی آبادی کا ایک بڑا حصہ ہونے کے باوجود اسلام سے متعلق ہمیشہ امتیازی سلوک دیکھا جاتا ہے۔ ملک پاکستان چونکہ اسلام کے نام پر معرض وجود میں آیا اور اس کی بنیاد ہی کلمہ طیبہ ہے۔ اس لئے پاکستان کے آئین میں یہ بات واضح طور پر شامل ہے کہ

"جو کوئی الفاظ کے ذریعے، خواہ زبانی ہو یا تحریری یا مرئی نقوش کے ذریعے، یا کسی تہمت، کنایہ یا درپردہ تعریض کے ذریعے، بلاواسطہ یا بالواسطہ نبی پاک ﷺ کے نام پاک کی توہین کرے گا تو اسے موت کی سزا دی جائے گی اور وہ جرمانے کی سزا کا بھی مستوجب ہوگا"(23)

اس قانون کے بننے سے لے کر تا اِمروز مسلسل سازشوں کا سلسلہ جاری ہے۔ بے بنیاد اعتراضات کے ذریعے مذکورہ قانون کو مشکوک بنانے کی کوشش کی جاتی رہتی ہیں۔ لیکن اسلامیان پاکستان نے ہر شے سے بڑھ کر اس قانون کی حفاظت کی ہے اور ہر طرح کی سازشوں کو ناکام و نامراد بنایا ہے۔ اور نہ صرف اس ملک میں رہنے والے مسلمانوں بلکہ پوری امتِ مسلمہ کا تسلسل کے ساتھ یہی جذبہ و نظریہ ہے۔

قانون کے غلط استعمال کا واویلا :

یہ اعتراض بڑی شد و مد سے کیا جاتا ہے کہ اس قانون کا بہت زیادہ غلط استعمال ہو رہا ہے لہٰذا اس قانون کو ہی ختم کر دیا جائے۔ کسی بھی قانون کو ختم کرنے کے لئے اگر یہ توجیہہ قابل قبول ہو تو پھر دنیا کے اکثر قوانین کو سرے سے ختم ہی کیا جائے کیونکہ دنیا میں شاید ہی کوئی ایسا قانون موجود ہو جس کا کبھی غلط استعمال نہ کیا گیا ہو۔

آئے روز قتل و غارت، چوری، ڈکیتی، عصمت دری، اغواء برائے تاوان اور زمینوں پر ناجائز قبضے کرنے والے قوانین ہی کا غلط استعمال کر کے صاف بچ نکلتے ہیں اور مستزاد یہ کہ ان کی بریت و پاکدامنی کے لئے قوانین میں الٹی سیدھی تاویلیں کرنے والے قانون کے ماہرین ہی ہوتے ہیں جن کی روزی روٹی اسی ہیر پھیر سے وابستہ ہے۔ دوسری طرف انہی مجرموں کے مدمقابل ہزاروں بے گناہ انسان قانون کے غلط استعمال کی وجہ سے جیل کی کال کوٹھڑیوں میں قید و بند کی صعوبتیں جھیلنے پر مجبور ہیں۔

کیا کسی بھی طور پر یہ مطالبہ درست ہوگا کہ چونکہ قوانین کا صحیح استعمال نہیں ہو پا رہا اس لئے انہیں سرے سے ختم کر دیا جائے۔ تھوڑی بہت عقل و شعور والا انسان بھی اس نتیجے پر پہنچتا ہے کہ کسی قانون کے غلط استعمال کی وجہ سے قانون ختم نہیں کیا جاتا بلکہ اس کو مؤثر رکھتے ہوئے غلط استعمال کو روکنے کے لئے سخت اقدامات کئے جاتے ہیں۔ اس لئے یہ اعتراض ہی کھوکھلا و بے بنیاد ہے اور اس سے معترضین کے عقل و شعور اور ان کی علمی سطح کا بھی اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

اقلیت مخالف قانون:

یہ اعتراض بھی بارہا سننے میں آتا ہے کہ اہانت رسول کی سزا کا قانون در حقیقت اقلیتوں کو نشانہ بنانے کے لئے ہے اس لئے اسے فی الفور ختم کیا جائے۔ اس اعتراض کا سادہ سا جواب تو یہ ہے کہ کیا صرف اقلیتوں کے لئے اہانتِ رسول ﷺ کی سزا قتل ہے یا مسلمان کے لئے بھی ہے؟ یقیناً اس قانون میں کوئی امتیازی معاملہ نہیں ہے بلکہ جس طرح یہ قانون اقلیتی فرد کے جرم کی سزا دینے کے لئے ہے اسی طرح اگر کوئی مسلمان (معاذ اللہ) اہانتِ رسول کا مرتکب ہو جائے تو اسے بھی قانون میں گرفت میں لایا جائے گا۔ رہی بات غلط استعمال کی تو اس سے متعلق تمام

طبقات کو مل کر جملہ قوانین کے غلط استعمال کو روکنے، ظالم و سرکش افراد کو کیفر کردار تک پہنچانے اور مظلوموں کو ان کا حق دلوانے کے لئے کوشش کرنے کی ضرورت ہے تاکہ قوانین جزا و سزا کی مؤثر موجودگی معاشرے سے جرائم کے خاتمے کے لئے معاون ثابت ہو۔

خلاصہ بحث:

آزادئ اظہار رائے انسان کا بنیادی حق ہے لیکن اس کا ایک دائرہ کار ہے۔ اگر اس رائے سے کسی کی عزتِ نفس مجروح ہوتی ہے یا کسی کی دل آزاری کا باعث بنے تو اسے ہرگز اجازت نہیں دی جائے گی تاکہ معاشرے کا امن و سکون غارت نہ ہو۔ یہی اصول ہمیں دنیا بھر میں آتا ہے۔ قانون توہین رسالت (295 C) میں بھی اسی بات کو پیش نظر رکھا گیا ہے کہ وہ پاکیزہ ہستی جن سے دنیا بھر کے کروڑوں مسلمانوں کی عقیدتیں وابستہ ہیں ان سے متعلق کوئی بھی شخص بے ادبی و گستاخی کی جسارت نہ کر سکے۔ یہ قانون کسی خاص مذہب یا مسلک و گروہ کو نشانہ بنانے کے لئے نہیں بنایا گیا اور نہ ہی کسی دنیاوی حکمران کا بنایا ہوا ہے بلکہ عین قرآن و سنت کے مطابق ہے اور امام الانبیاء ﷺ کی عزت و ناموس کی حفاظت کے ساتھ ساتھ تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی عزت و حرمت کی حفاظت کا بھی ضامن ہے۔

کسی بھی قانون کا غلط استعمال اسے سرے سے ہی ختم کرنے کا جواز نہیں بنتا بلکہ ان خرابیوں کو دور کرنے کی کوشش کی جاتی ہے تاکہ قانون کی حقیقی اور مؤثر موجودگی جرائم کا سدباب کرنے میں معاون ثابت ہو سکے۔ یہ حکومت وقت کی ذمہ داری ہے کہ وہ نظامِ عدل اور سزا و جزا کے قوانین کو ہر طرح کے بگاڑ سے پاک کرے تاکہ ان کے صحیح استعمال سے مقاصد کا حصول کیا جا سکے۔

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 international license.

حواشی و حوالہ جات

1. **مجموعہ تعزیرات پاکستان**، ص323، آرٹیکل 295C۔
Penl Code Of Pakistan, p.323, Article 295C.
2. القرآن، 6:108۔
Al Quran 6:108.
3. القرآن، 1:104۔
Al Quran 1:104.
4. شہاب الدین محمود بن عبداللہ آلوسی، **روح المعانی فی تفسیر القرآن**، (ملتان: مکتبہ حقانیہ، 1998ء)، ج1، ص348۔
Shahab ul din Mehmood bin Abdullah Alusi, **Ruh Al Ma,ani fi Tafseer Al-Quran** (Multan: Maktaba Haqqania 1998), vol.1, p. 348.
5. محمد بن علی بن محمد الشوکانی، **فتح القدير الجامع بين فنی الرواية والدراية من علم التفسير**، (دمشق: دار ابن کثیر 1414ھ)، ج1، ص125۔
Muhammad bin Ali bin Muhammad Al-Shukani, **Fath ul Qadeer** (Dimashq: Dar Ibn e Kasir 1414h), vol.1, p.125.
6. شہاب الدین محمود بن عبداللہ آلوسی، **روح المعانی فی تفسیر القرآن**، (ملتان: مکتبہ حقانیہ 1998)، ج1، ص348۔
Al-Ma,ani fi Tafseer Al-Quran Shahab ul din Mehmood bin Abdullah Alusi, **Ruh** (Multan: Maktaba Haqqania 1998), vol.1, p. 348.
7. القرآن، 5:65۔

Al Quran 5:65.

8. ابوالفداء اسماعیل بن عمربن کثیرالقریشی البصری،**تفیسرالقرآن العظیم**،(ریاض:دار طیبہ للنشر1996)، ج 2،ص351۔

Abu Al-Fida Ismail bin Umer bin Kasir Al-Qureshi Al-Basari, **Tafseer Al-Quran Al-Azeem** (Riaz: Dar e Taiba Le nashr 1996), vol.2, p.351.

9. محمدبن اسماعیل البخاری **الجامع الصحیح**(کراچی:قدیمی کتب خانہ 1998)،ج2،ص576۔

Muhammad bin Ismail Al-Bukhari, **Al-Jami Al-Sahih** (Karachi: Qadeemi Kutb Khana 1998), vol.2 ,p.576.

10. ابوبکرعبدالرزاق بن ہمام الصنعانی،**مصنف عبدالرزاق**،(لاہور:مکتبہ رحمانیہ 1998)،ج2،ص307۔

Abu Bakar Abdul Razzaq bin Hammam Al-Sana,ani, **Al-Musannif** (Lahor:Maktaba Rehmania 1998), vol.2, p.307.

11. ایضاً۔

Ibid vol.2, p.307.

12. ابوعبداللہ محمدبن اسماعیل البخاری،**الصحیح البخاری**،(کراچی:قدیمی کتب خانہ1998)،ج1،ص227۔

Abu Abdullah Muhammad bin Ismail Al-Bukhari**, Al-Jami Al-Sahih** (Karachi: Qadeemi Kutb Khana 1998), vol.1, p.227.

13. ابوجعفراحمدبن محمدبن سلامہ المصری الطحاوی **مشکل الآثارللطحاوی** (بیروت:مؤسسة الرسالہ1415ھ)،ج11،ص53۔

Abu Jaffar Ahmed bin Muhammad bin Salama Al-Misri Al-Tahavi, **Mushkil Al-Aasar Li** ,vol.11, p.53.)**Tahavi** (Beirut: Muassasa Al-Risala 1415

14. تقی الدین علی بن عبدالکافی السُبکی،**السیف المسلول علی من سب الرسول**(عمان:دارالفتح1421)،ص285۔

Taqi-ul-din Ali bin Abdul Kafi Al-Subki, **Al_Saif Al-Maslool ala man sab al_Rasool** (Oman: Dar Al-Fatah 1421),p.285.

15. قاضی ابوالفضل عیاض المالکی **الشفاءبتعریف حقوق المصطفی**(بیروت:مکتبہ موسوعةالعیون المعرفیة2009)،ج2،ص215۔

Qazi Abu Al-Fazal Ayyaz Al-Maliki **Al-Shifa** (Beirut:Musuat Al-Ayun Al-Marifiyyah 2009),vol.2, p.215.

16. محمدامین بن عمربن عبدالعزیزالشهیربابن عابدین الشامی،**ردالمحتارعلی الدرالمختار**،(بیروت:دارالفکر1412ھ)،ج3،ص321۔

Muhammad Ameen bin Umer bin Abdul Azeez, Ibn e Abdeen Al_Shami **Radd ul-Mukhtar alaa Durril-Mukhtar** (Beirut: Dar ul Fikr 1412),vol.3, p.321.

17. **The Columbia Guide To The Holocaust Niewyk**,Columbia University Press 2000**.**

18. **130 "Volk Sver Hetzung" Strafgesetzbuch fur das Deutsche Reich** Vom 15 may 1871.

19. **Verbotsgesetz 1945 in der Fassung des NSG 1945** in German Austrian Researh Center for Post_war Trials.

20. **بی بی سی** اردورپورٹ،18اگست2022۔

BBC Urdu Report 18 August 2022.

21. **Loi n° 90-615 du 13 juillet 1990** tendant à réprimer tout acte raciste, antisémite ou xenophobe.

22. **Law"**Ice News 2 October **Denmark Still Largely in Support of "blasphemy** 2012(17May 2016).

23. **مجموعہ تعزیرات پاکستان**،ص323،آرٹیکل295C۔

Penl Code Of Pakistan, p.323, Article 295C.